قیمتی تحفہ

برائے

وارثینِ انبیاء

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی وشیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

at-tazkiyah

.... تفصیلات ....

کتاب کا نام : قیمتی تحفہ برائے وارثین انبیاء

صاحبِ وعظ : حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

تاریخِ اشاعت : رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق جون ۲۰۱۷ء

ناشر : دارالتزکیہ، لیسٹر، یوکے

ای میل : publications@at-tazkiyah.com

ویب سائٹ : www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

حسین فکر و عمل اور حسین تعلیم و تربیت

مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزادول، جنوبی افریقہ

مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں

الفلاح اکیڈمی، نوساکا، زامبیا

تقریظ

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہم العالی

مؤلفِ تالیفاتِ مفیدہ وکثیرہ ومحشی مرغوب الفتاویٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

علماء دیوبند کی وہ شخصیات جنہیں آج ہم: شیخ الہند، حکیم الاُمت، شیخ الاسلام، حکیم الاسلام، مفکرِ اسلام، مسیح الاُمت، مفکرِ ملت، مجاہدِ ملت، مبلغِ اسلام، شیخ الحدیث، شیخ القرآن، مفتیٔ اعظم، داعی الی اللہ جیسے بامعنی اور حقیقت پر مشتمل القاب وخطابات سے یاد کرتے ہیں، یہ وہی طلباء ہیں جنہوں نے صرف مدرسہ کی چہار دیواری میں نہیں، بلکہ ایک ایسے پاکیزہ ماحول میں رہ کر علومِ ظاہری کے ساتھ علومِ باطنی کی تکمیل فرمائی ہے جہاں چپراسی سے لے کر شیخ الحدیث تک تمام افراد صاحبِ نسبت تھے اور جنہوں نے عالم کے چپے چپے کو اپنے روحانی وتعلیمی وتبلیغی فیض سے منور کر دیا۔ یہ سطریں صرف مبالغہ یا کاغذ کی نری زینت کے طور پر نہیں لکھی گئیں، کوئی بھی صاحبِ انصاف اس کی حقانیت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک طائرانہ نظر ان کی خدمات پر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے فیض سے لاکھوں قرآن کے حفاظ، ہزاروں مصنفین، سینکڑوں مصلحین ومرشدین ومبلغین کی ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

افسوس ہے کہ آج کچھ لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو مدارس کی خدمت کو صفر جتلاتے ہیں، ان کی زبانوں سے ایسے جملے سننے کو ملتے ہیں اور ان کی تحریروں سے ایسی سطریں

پڑھنے کو ملتی ہیں جن پر بہت معذرت کے ساتھ لکھنے پر مجبور ہوں کہ یا تو وہ خواب کی دنیا میں رہتے ہیں یا بالقصد حقیقت سے ناواقف بن کر تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ چند افراد کے غیر حقیقت پسندانہ بلکہ عصبیت سے معمور اظہارِ خیال کی حقائق کی دنیا میں کچھ بھی حیثیت نہیں ہو سکتی۔

آپ حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھئے کہ ان حضرات نے تصنیف میں قدم اٹھایا تو تفسیرِ قرآن، شروحِ احادیث اور فقہ وفتویٰ کے علاوہ مختلف موضوعات پر دفاتر کے دفاتر تیار کر لئے، اور علم کے ایسے کتب خانے وجود میں آئے کہ امم سابقہ میں ان کا عشر عشیر بھی نہیں ملتا۔ مدارس ومکاتب کا ایسا جال بچھایا کہ دنیا کے اکثر ممالک میں قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازیں گونجنے لگیں۔ مدارس کے انہی فضلاء کے طفیل مسجد مسجد مکاتب دینیہ کا مثالی نظام جاری وساری ہے۔ اسی طرح انحطاط کے اس دور میں بھی انہی مدارس سے فارغ ہونے والے اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے خانقاہ کے ذریعہ اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کی عظیم ذمہ داری بھی سنبھالے ہوئے ہیں جو مقاصدِ نبوت میں بڑی اہمیت کی حامل ہے، اور قرآنِ کریم نے مختلف جگہوں پر ان الفاظ میں اس کا اعلان کیا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (جمعة: ۲)

وہی ہے جس نے امّی لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کریں، اور ان کو پاکیزہ بنائیں، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں۔

رجالِ کار چونکہ اُمّت کو مدارسِ اسلامیہ ہی سے مہیا ہوتے ہیں اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ مدارسِ اسلامیہ اور مکاتب دینیہ میں اعلیٰ تعلیم کے ساتھ بہترین تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جائے، والدین بڑی مالی قربانیوں سے اپنے نورِ عین اور لختِ جگر کو مدارس اور اربابِ انتظام کے حوالے کرتے ہیں، ان کے اوقات کا ہر ہر سیکنڈ امانت ہے، ان کی تعلیم و تربیت سے ذرا سی بھی غفلت آخرت کے مواخذہ کا سبب بن سکتی ہے، ہم سب ہی کے لئے بڑے غور و فکر کا مقام ہے کہ اس ذمہ داری کو ہم احسن طریقے پر نبھائیں۔

زبانِ سلیمی سے نکلی ہوئی چند موثر نصیحتیں برائے علماء اس مجموعہ میں جمع کی گئی ہیں، کہنے کو تو یہ علماء کے لئے ہیں، لیکن انصاف سے مطالعہ کیا جائے تو علماء و طلباء اور عوام سب کے لئے یکساں مفید اور ضروری ہیں۔ زندگی کے کسی شعبے میں رہتے ہوئے اگر ہماری سوچ اور فکر کی راہ درست اور صحیح نہیں تو اچھے نظر آنے والے اعمال بھی برے ہیں اور فکر کی درستگی سے بظاہر دنیا نظر آنے والے اعمال بھی دین بن جاتے ہیں۔ موصوف نے بڑی عمدگی سے صرف زبان سے نہیں بلکہ قلبِ مضطر سے اپنے دل کی فکر کو علماء کے سامنے پیش کیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت برطانیہ ہی نہیں، بلکہ پورے یورپ میں، اور صرف وعظ و خطابت میں نہیں، بلکہ اصلاح و تربیت کے میدان میں موصوف لاثانی ہیں۔

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

انہی کلمات کو آپ کے تلامذہ نے کاغذ کے حوالے کرکے اس پیغام کو غائبین تک بھی پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو بے انتہا قبول فرمائے اور جس مقصد کے لئے یہ باتیں کہی گئی ہیں ان میں کامیابی نصیب فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۴ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ، مطابق ۱ مئی ۲۰۱۲ء بروز پیر

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات اور مواعظ وملفوظات کی تاثیر

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس دور میں دین کی صحیح سمجھ پیدا کرنے کے لئے، دین کا صحیح طریقہ سیکھنے کے لئے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات، ان کے مواعظ وملفوظات سے بڑھ کر کوئی شئے موثر نہیں، کوئی مجھے شخصیت پرستی کا طعنہ دے تو دیا کرے، کوئی مجھے یہ کہے کہ یہ جانب داری سے کام لے رہا ہے تو کہا کرے، لیکن پہلے یہ بات تقلیداً مان لی تھی، اب تحقیقاً کہہ رہا ہوں کہ دین کی سمجھ اور اس پر عمل کا مزاج ومذاق جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات میں ملے گا، اس دور میں کہیں اور نہیں ملے گا۔

(دارالعلوم کراچی ۱۴۳۳ھ میں دورۂ حدیث کے طلبہ سے خطاب)

علماء کرام کے لئے ایک اہم اور قیمتی نصیحت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

یاد رکھئے! جو عالم مدرسے سے فارغ ہو کر خانقاہ میں نہ جائے (یعنی اپنی اصلاح نہ کرائے) وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص وضوء کر کے اسی پر قناعت کرے اور نماز نہ پڑھے، محض پڑھنے پڑھانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اہل اللہ کی صحبت میں نہ رہے۔

ہم نے ایک آدمی بھی ایسا نہیں دیکھا کہ درس اور کتابی اعتبار سے پورا عالم ہو اور صحبت یافتہ نہ ہو اور پھر اس سے ہدایت ہوئی ہو، اور ایسے بہت سے دیکھے ہیں کہ شین اور قاف بھی ان کا درست نہیں، یعنی کتابی اور درسی علم حاصل نہیں، لیکن صحبت حاصل ہو جانے کی برکت اور فیض سے دین کی خدمت کرتے ہیں، پس نرا علم شیطان اور بلعم باعور کا سا ہے۔

دین سے کامل مناسبت بزرگوں کی صحبت ہی سے ہوتی ہے، کتابوں سے نہیں ہوتی، کتابی قابلیت کیسی ہی اونچی ہو، کتنا ہی بڑا ذی استعداد ہو، شیخ کامل کی صحبت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(تحفۃ العلماء: جلد ۱، ص ۲۰۳، ۲۰۴)

حسین فکر و عمل
اور
حسین تعلیم و تربیت

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

.... تفصیلات ....

وعظ کا نام	:	حسینِ فکر و عمل اور حسینِ تعلیم و تربیت
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاول ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	دارالعلوم آزادول، جنوبی افریقہ

حسین فکر وعمل اور حسین تعلیم وتربیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾(الزمر:۹) صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمِ، وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْكَرِيْمِ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا. إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ستّاری

اللہ تعالیٰ شانہ کے بے شمار احسانات میں سے ایک بہت بڑا احسان لوگوں کا حسنِ ظن ہے، اللہ تعالیٰ شانہ ہماری تمام تر نالائقیوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور لوگوں کی نظروں سے ہمارے عیوب کو چھپاتے ہیں، جب وہ ہمیں دیکھتے ہیں؛ ہمارا اُٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا دیکھتے ہیں، جب وہ ہماری گفتگو کو سنتے ہیں، تو انہیں خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں، مگر یہ اس لئے نہیں کہ ہمارے اندر خوبیاں ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی صفتِ ستّاری کارفرما ہوتی ہے، جب کوئی ہماری تعریف کرتا ہے تو وہ ہماری تعریف نہیں کر رہا ہوتا ہے، بلکہ وہ در

حقیقت اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفتِ ستاری کی تعریف کر رہا ہوتا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور انکساری

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بہت اونچے درجے کے آدمی تھے، چشمِ فلک نے ایسے کم لوگ دیکھے ہوں گے، اس روئے زمین پر ایسے لوگ کم ہی پیدا ہوئے ہوں گے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے لوگ محبت کرتے ہیں اور میرے ساتھ عقیدت کا معاملہ کرتے ہیں، یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ پر ستاری کا پردہ ڈال رکھا ہے، اگر تھوڑی دیر کے لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ ستاری کے اس پردے کو ہٹا لیں تو میرے پاس آنا تو دور کی بات، لوگ مجھے دیکھنے کے لئے بھی تیار نہ ہوں۔[1]

اپنا حقیقی حال

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں تو یہ بات تواضع اور انکساری کی ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے تو عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ہے، مسجد میں علماء، فضلاء اور صاحبِ نسبت بزرگوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا ہوں، بغیر تصنع کے میں عرض کر رہا ہوں کہ حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ستاری کا پردہ ڈال رکھا ہے، حضرت دامت برکاتہم[2] جیسے صالح لوگ محبت سے دیکھتے ہیں، اور اسی کا نتیجہ ہے کہ حضرات علماءِ کرام کے ساتھ بیٹھ کر کچھ مذاکرہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، آپ سب حضرات اربابِ علم و فضل ہیں، دل کی گہرائی سے میں آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ستاری کے

---

[1] روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، ص: ۱۵۲

[2] حضرت مولانا عبد الحمید اسحاق صاحب دامت برکاتہم، خلیفہ عارف باللہ حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ، آزاد ویل، جنوبی افریقہ۔

اس معاملے کو موت تک اور جنت تک باقی رکھیں۔ (آمین)

اربابِ معرفت اور حضراتِ علماء کرام کے مجمع میں میرے جیسے نا اہل کا بولنا جسارت کے سوا کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ قرآن وحدیث کی روشنی میں، بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں ایسی باتیں کہنے کی توفیق عطا فرمائیں جو سب سے پہلے میرے لئے نافع ہوں اور اس کے بعد میرے سب ساتھیوں کے لئے بھی نافع ہوں۔ (آمین)

میں تو اپنی ذات کو خطاب کرتا ہوں

میرے محبوب حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا ایک مرتبہ بار بے ڈوس (Barbados) جانا ہوا تھا، وہاں ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ حضرت نے مجھے مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا کہ تمہیں یہ غلط فہمی کب سے ہے کہ میں جب بیان کرنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو لوگوں کو خطاب کرتا ہوں؟ میں تو جب بھی بیان کرتا ہوں تو اپنی ذات کو خطاب کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ مجلس میں شریک لوگ بھی سن لیتے ہیں۔

میں بھی جو بات عرض کرنے جا رہا ہوں وہ میری اپنی ضرورت ہے، میں اپنی ذات سے مخاطب ہوں، میں نے بہت غور کیا کہ حضراتِ علماء کرام کی مجلس ہے، حضرت نے بڑا احسان فرمایا کہ میرے لئے اتنے سارے علماء کو یہاں جمع فرمایا اور مجھے ان کی صحبت نصیب ہوئی، یہ موقع میری زندگی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے، میں نے سوچا کہ ایسی کوئی بات عرض کرنی چاہئے جس کی مجھے ضرورت ہے تاکہ مجھے نفع ہو، اور مجھے قوی امید ہے کہ اتنے سارے علماء اور صلحاء کے وجود کی برکت سے مجھے ان باتوں پر عمل کی ضرور توفیق نصیب ہوگی۔

اعمال کی تقسیم

غور و فکر کے نتیجے میں ایک خاکہ ذہن میں آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان سے صادر ہونے والے اعمال دو قسم کے ہیں، کچھ اعمال قلب سے صادر ہوتے ہیں اور کچھ اعمال قالب یعنی جسم کے دوسرے اعضاء سے، حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کے بارے میں بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ ربع الدین ہے۔[1] اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ثلث الدین ہے۔[2] اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ حدیث نصف العلم ہے، یعنی علم اور دین کا آدھا حصہ، پھر ہر ایک نے اپنے اپنے قول کی توجیہ فرمائی ہے، جن حضرات نے یہ کہا کہ حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ نصفُ العلم ہے، انہوں نے یہ توجیہ کی ہے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں؛ کچھ اعمال وہ ہیں جو قلب سے صادر ہوتے ہیں، اور کچھ اعمال وہ ہیں جو قالب سے صادر ہوتے ہیں، قلب سے صادر ہونے والے اعمال دین کا آدھا حصہ ہوا اور قالب سے صادر ہونے والے اعمال یہ دین کا دوسرا آدھا حصہ ہوا، حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ میں قلب سے صادر ہونے والے اعمال کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، گویا یہ دین کا آدھا حصہ ہو گیا۔[3]

پھر قلب سے جو اعمال صادر ہوتے ہیں ان میں کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے، اسی طرح اعضاء سے صادر ہونے والے جتنے اعمال ہیں ان میں بھی کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۹۷

[2] مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۹۷

[3] مرقاۃ المفاتیح: ۱/ ۹۷

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے، قلب سے صادر ہونے والے وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ پسند فرماتے ہیں انہیں خصائل، اخلاق حمیدہ اور اخلاق حسنہ کہا جاتا ہے، اور دل سے صادر ہونے والے وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ پسند نہیں فرماتے انہیں رذائل یا اخلاق رذیلہ کہا جاتا ہے، جسم سے صادر ہونے والے وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں انہیں ماموارت یا اوامر کہتے ہیں، اور وہ اعمال جنہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ پسند نہیں فرماتے انہیں منہیات یا نواہی کہتے ہیں۔

اخلاق حمیدہ اور ماموارت سے ہمارا قلب اور قالب مزیّن ہونا چاہئے، اور اخلاق رذیلہ اور منہیات سے ہمارا قلب اور قالب پاک رہنا چاہئے، یہ میری اپنی ضرورت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میرا قلب اخلاق رذیلہ سے پاک رہے اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہوجائے اور میرا قالب منہیات سے دور رہے اور ماموارت سے مزیّن ہوجائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دیں، اس کے لئے محنت اور کوشش کی توفیق دیں، اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ شانہٗ نے تزکیہ کا جو صاف شفاف راستہ ہمیں بتلایا ہے اس پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

قلب کے اعمال کی تعبیر: سوچ

قلب کے جو اعمال ہیں ان کی تعبیر اگر میں اپنی زبان میں کروں تو یہ ایک سوچ ہے، حسد ایک سوچ ہے، میرے دل میں ایک سوچ، ایک خیال جم جاتا ہے کہ میں فلاں کو اپنے سے بڑی حیثیت میں دیکھنا نہیں چاہتا، اور حسد کے بالکل برعکس خیر خواہی بھی ایک سوچ ہے کہ دل یہ چاہتا ہے کہ فلاں صاحب مجھ سے بڑے ہیں، اللہ کرے اور بڑے ہوجائیں،

حسد بھی ایک سوچ ہے اور خیر خواہی بھی ایک سوچ ہے، اسی طرح کبر ایک سوچ ہے، دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ میں بڑا اور یہ چھوٹا، میں اعلیٰ اور یہ ادنیٰ، میں افضل اور یہ مفضول، یہ ایک سوچ ہے، اور اس کے برعکس تواضع ہے، وہ بھی ایک سوچ ہے کہ یہ بھی مجھ سے بڑا، یہ بھی مجھ سے بڑا اور یہ بھی مجھ سے بڑا، اور میں سب سے چھوٹا، اسی طرح اخلاص ایک سوچ ہے کہ میں یہ کام صرف میرے خالق کو راضی کرنے کے لئے کر رہا ہوں، اور ریا بھی ایک سوچ ہے کہ میں یہ کام دوسروں کی تعریف کے لئے اور دوسروں کو خوش کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔

باطن میں ایک سوچ ہوتی ہے، انسان اپنے اوپر جیسی محنت کرتا ہے، جیسے ماحول میں رہتا ہے، جیسی صحبت میں بیٹھتا ہے، جیسے لوگوں کی تحریرات پڑھتا ہے، جیسی چیزیں T.V (ٹیلی ویژن) پر دیکھتا ہے، جیسی چیزیں ریڈیو (Radio) سے سنتا ہے، سوچ ویسی بنتی ہے، اور یہ سوچ دل میں ایسی جم جاتی ہے کہ اعمال بھی پھر اسی کے مطابق صادر ہوتے ہیں، اس لئے سب سے پہلا کام جس کو کرنے کی ضرورت ہے وہ قلب کے اعمال کو حسین بنانا ہے، اندر کے اعمال یعنی اندر کی سوچ ہر اعتبار سے اچھی ہو جائے، بخل کی بُری سوچ نکل جائے اور سخاوت کی حسین سوچ آجائے، ناشکری کی بُری سوچ نکل جائے اور شکر کی حسین سوچ آجائے، حبِّ مال کی بُری سوچ نکل جائے اور زہد کی حسین سوچ آجائے، تکبّر کی بُری سوچ نکل جائے اور تواضع کی حسین سوچ آجائے۔

اچھائی اور بُرائی کا مدار سوچ پر ہے

اندر کی اچھائی اور بُرائی کا مدار سوچ پر ہے، اگر سوچ صحیح ہے تو اندر اچھائی ہے اور اگر سوچ غلط ہے تو اندر بُرائی ہے، اگر اندر اچھائی ہے تو جسم سے ہونے والا عمل بھی اس اچھائی کی

وجہ سے اچھا ہوگا، اور اگر اندر برائی ہے تو جسم سے ہونے والا عمل بھی اس برائی کی وجہ سے برا ہوگا چاہے ظاہر میں وہ عمل کتنا ہی اچھا کیوں نظر نہ آئے، مثال کے طور پر ایک شخص کرسی چھوڑ کر فرش پر بیٹھ گیا، یہ عمل بظاہر تواضع والا ہے، مگر اس کی سوچ بری ہے کہ میں تو کرسی کے قابل تھا مگر میں تواضع اختیار کر کے فرش پر بیٹھ گیا، اس کی اس غلط سوچ کی وجہ سے تواضع والا عمل بھی برا ہو گیا، یہ تواضع کی شکل میں تکبر ہو گیا، اس لئے کہ فرش پر بیٹھا ہے مگر سوچ غلط ہے کہ میں کرسی پر بیٹھنے کا اہل ہوں، تواضع تب ہوتی جب فرش پر بیٹھتا اور دل میں سوچ یہ ہوتی کہ کرسی تو کیا، میں تو فرش پر بیٹھنے کے قابل بھی نہیں ہوں، اگر زمین پر کسی کونے میں جگہ مل جاتی تو بھی میرے لئے بہت تھا، مگر اللہ کا فضل ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں میری محبت ڈالی اور مجھے فرش پر بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی، اب یہ عمل تواضع والا ہو گیا اس لئے کہ سوچ صحیح ہے، تزکیہ کے ذریعے سوچ بدل جاتی ہے، مجاہدہ اور نفس کی مخالفت کی برکت سے، شیخ کی صحبت کی برکت سے، ذکر اللہ کی کثرت کی برکت سے سوچ بدل جاتی ہے، سوچ کبر سے تواضع کی طرف، حسد سے خیر خواہی کی طرف، بے صبری سے صبر کی طرف، ناشکری سے شکر کی طرف، نفرت سے محبت کی طرف بدل جاتی ہے۔

دل کی تمام کیفیات پر اللہ کی یاد غالب آجائے

میرے حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ اتنا ذکر کرو، اتنا ذکر کرو کہ ذکر کی کیفیت دل کی ساری کیفیات کو مغلوب کر دے۔[1] یعنی ہماری جتنی الٹی اور غلط سوچ ہیں، وہ مغلوب ہو جائیں اور ذکر اللہ غالب ہو جائے، جب ذکر اللہ غلط سوچ اور بری کیفیات کو

---

[1] اصلاحی مواعظ: ۱/ ۲۳۰

مغلوب کر دے گا تو پھر صحیح اور اچھی سوچ کے لئے دل میں جگہ بنے گی اور کامیابی نصیب ہوگی، اس لئے نفس کی مخالفت کرنی چاہیے، اور ساتھ ساتھ ذکر اللہ اور صحبتِ صالح کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ذکر اللہ ہمارے باطن پر غالب ہو جائے اور ہماری سوچ صحیح ہو جائے، اور سوچ کا صحیح ہو جانا ہی باطن کی درستگی ہے، اسی لئے تکبر اور بڑائی کی سوچ کو ختم کر کے عبدیت اور تواضع کی سوچ کی ترغیب دی جاتی ہے۔

تو کو اتنا مٹا کہ تو نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے

خود کو اتنا مٹاؤ کہ مٹنے کے بعد مٹنے کا احساس بھی باقی نہ رہے، ایک بکری کو جب ذبح کرتے ہیں تو اس کی کھال اتارتے ہیں پھر اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے اسے تقسیم کرتے ہیں، اور اس طرح بکری کی ہستی اور اس کا وجود مٹ جاتا ہے، مگر جب تک بکری کے خون کا رنگ، اس کی بو اور آلائش باقی رہتی ہے، اس وقت تک ذہن بکری کے وجود کی طرف منتقل ہوتا رہے گا اور بکری کی ہستی ذہن میں باقی رہے گی، تو شاعر کہتا ہے کہ 'تو' کو مٹاؤ اور اتنا مٹاؤ کہ تم کچھ تھے اس کا اثر بھی باقی نہ رہے، اور یہ ہوگا ذکر اللہ سے، جب اللہ کی یاد سے دل ذاکر اور منور ہو جائے گا تو پھر اس 'تو' اور 'انا' کا خاتمہ ہو جائے گا،

تُو کو اتنا مٹا کہ تُو نہ رہے
تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
ہُو میں اتنا کمال پیدا کر
کہ ہُو تو رہے، تُو نہ رہے

نیک صحبت اور ذکر اللہ کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی یاد کو جب دل میں رچایا اور بسایا جاتا ہے تو غفلت کے پردے چاک ہوجاتے ہیں، دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سرشار ہوجاتا ہے، اور دل کی سوچ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہوجاتی ہے، اور 'تو' اور 'میں' کا وجود ختم ہوجاتا ہے، اب بڑائی کے بجائے تواضع ہوگی اور احساس برتری کے بجائے فروتنی ہوگی۔

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں

جو حوصلے والے ہوتے ہیں، جو بڑے ہوتے ہیں، کمال والے ہوتے ہیں وہ ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں، پھل دار ٹہنی، پھلوں سے لدی ہوئی ٹہنی ہمیشہ جھکی رہتی ہے، اور جو ٹہنی جھکی ہوئی نہ ہو وہ پھلوں سے خالی ہوتی ہے، اسی طرح جو لوگ عالی ظرف ہوتے ہیں، جو بڑے ہوتے ہیں، صاحب کمال ہوتے ہیں وہ ہمیشہ جھک کے رہتے ہیں، تواضع اور انکساری کے ساتھ رہتے ہیں، اور ایسے لوگوں ہی سے فیض جاری ہوتا ہے، فرض کر لیجئے کہ یہ گلاس جو میرے ہاتھ میں ہے، یہ جھکنے سے انکار کردے اور کہے کہ میں منہ تک جانے کے لئے تو تیار ہوں لیکن جھکنے کے لئے نہیں، تو اس کا فیض اس کے پاس ہی رہے گا، آگے منتقل نہیں ہوگا، فیض اسی وقت منتقل ہوگا جب وہ جھکے گا۔

جو عالی ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صُراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

صُراحی ایک برتن ہے جس میں پانی رکھا جاتا ہے، وہ سرنگوں ہو کر یعنی جھک کر پیمانوں کو اور گلاسوں کو بھرا کرتی ہے، ٹھیک اسی طرح جب بندہ بھی اپنے آپ کو جھکاتا ہے، مٹاتا ہے اور تواضع اختیار کرتا ہے تب جا کر وہ صاحب فیض بنتا ہے اور اس سے دوسروں کے قلوب کو

روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔

تزکیہ کی برکت سے سوچ بدلتی ہے اور پھر اعمال

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے، اور سوچ بدلے گی تزکیہ سے، اسی وجہ سے تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے، جب تزکیہ ہوگا تو سوچ بدلے گی اور جب سوچ بدلے گی تو ہمارے اعمال میں بھی تبدیلی آئے گی، قلب اگر بدل گیا تو قالب ضرور بدلے گا، قلب اگر اچھا ہو گیا تو قالب بھی اچھا ہو جائے گا، اور قلب اگر بُرا رہا تو قالب بھی بُرا رہے گا، معلوم ہوا کہ تزکیہ بہت اہم اور ضروری ہے، اسی لئے مشائخ دل پر محنت کراتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ[1]

غور سے سنو! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، غور سے سنو! وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے۔

جب دل درست ہوتا ہے تو جسم سے صادر ہونے والے اعمال بھی درست ہوتے ہیں، اور جب دل بگڑتا ہے تو جسم سے صادر ہونے والے اعمال بھی بُرے ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری رحمہ اللہ کی ایک عجیب بات

دل اگر درست نہیں تو جسم سے صادر ہونے والے اچھے اعمال بھی خطرے سے خالی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، ج(۵۲)

نہیں اس لئے کہ دل بڑا ہے تو نیت بری ہوگی، اب نماز پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے لئے پڑھے گا، دین کی خدمت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے لئے کرے گا، بظاہر نظر آئے گا کہ بہت کچھ کر رہا ہے: مدرسے کی بنیاد ڈالی ہے، بڑا مدرسہ چلا رہا ہے، بڑی خانقاہ چلا رہا ہے، ہزاروں انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا، مگر قیامت کے دن ریا اور عجب جیسی بیماریوں کی وجہ سے وہ خود خالی ہاتھ ہوگا، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے ایک بیان سنا تھا، بیان کرتے کرتے روتے ہوئے تبلیغ جماعت کے کارکنوں سے فرمارہے تھے کہ میرے بھائیو! ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ جن پر ہم نے محنت کی ہے، وہ تو کل قیامت کے دن بجلی کی چمک کی طرح پل صراط پر سے گزر رہے ہوں اور ہم اپنی بد عملیوں کی وجہ سے بڑی حسرت سے جہنم کی گہرائی سے ان کو دیکھ رہے ہوں۔

بغیر تزکیہ کے دین کی خدمت بھی بے کار ہوتی ہے

میرے بھائیو! ہر شخص محتاج ہے اور اپنے اوپر محنت کرنے کی بہت ضرورت ہے، بغیر اصلاح اور تزکیہ کے ہماری دین کی خدمت، ہماری تقریر، ہماری تدریس، ہماری تحریر، ہماری تبلیغ ہمارے نفس کی غذا بن جاتی ہے، ہم یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہ نظر آرہا ہوتا ہے کہ ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں، حالانکہ حقیقت میں نفس کی خدمت ہو رہی ہوتی ہے، مقصود دنیا، دولت، شہرت اور واہ واہ ہوتی ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہم سے اگر دین کا کوئی کام لیا جارہا ہے تو ہم عنداللہ مقبول ہی ہیں، نہیں، عمل کی مقبولیت کا مدار باطن کی اچھی سوچ اور حسنِ نیت پر ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ[1]

بیشک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید فاجر شخص کے ذریعے سے بھی کرتا ہے۔

تخلیہ اور تحلیہ کا نتیجہ تزکیہ

میرے بھائیو! اسی لئے ضروری ہے کہ ہم تزکیہ کی فکر کریں تاکہ ہماری سوچ بدلے، اور سوچ کے بدلنے سے ان شاء اللہ اعمال بھی اچھے ہوں گے اور عند اللہ مقبول ہوں گے، اور تزکیہ میں دو چیزیں ہوتی ہیں: پہلی تخلیہ اور دوسری تحلیہ۔

پہلے تخلیہ ہوگا؛ باطن کی بری اور گندی چیزیں نکلیں گی، اس کے بعد تحلیہ کا مرحلہ آئے گا: باطن اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہوگا، جیسے کمرے کو decorate (آراستہ) کرنا ہو تو پہلے اس میں جو پرانی اور بے کار چیزیں ہیں انہیں نکالنا پڑے گا، پرانی carpet (قالین)، پرانے دروازے، پرانی کھڑکیاں، پرانی light (لائٹ)، سب پرانی چیزوں کو پہلے نکالیں گے پھر اس کے بعد نئی اور عمدہ چیزیں لا کر ان سے کمرے کو آراستہ کریں گے۔

مشائخ کے بتلائے ہوئے ذکر میں لَا اِلٰهَ سے تخلیہ ہوتا ہے کہ دل میں اللہ جلَّ جلالُہٗ وعَمَّ نوالُہٗ کی ذات اور اس سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی محبت کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اسے میں نکال کر پیچھے پھینک رہا ہوں، اس کے بعد اِلَّا اللّٰهُ سے تحلیہ ہوتا ہے کہ اب اس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو پیوست کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی یاد سے آراستہ کر رہا ہوں، دل کو گندی محبت سے صاف کرنا، رذائل سے پاک کرنا، بری سوچ سے نجات دلانا تخلیہ ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے، پاک محبت سے، فضائل سے اور اچھی سوچ سے آراستہ کرنا تحلیہ ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب إنّ الله يؤيد الدين بالرجل الفاجر، ح(۳۰۶۲)

اس تخلیہ اور تحلیہ کے نتیجے میں جو result (نتیجہ) حاصل ہوتا ہے وہ ہے تزکیہ، اور یہ بڑے کمال کی چیز ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور لطف واحسان سے نصیب ہوتی ہے، اسی سے بندہ کامیابی کی تمام منزلوں کو طے کرلیتا ہے، اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا﴾ (الشمس:۹)

یقیناً وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا۔

جس نے تخلیہ اور تحلیہ کے عمل سے گزر کر دل کا تزکیہ کرلیا اس کا دل اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت پسندیدہ ہوگیا، اب یہ دل جملہ خوبیوں سے آراستہ اور معمور ہوگیا، اس لئے اب جسم سے بھی بہت اچھے اچھے اعمال صادر ہوں گے جن کے نتیجے میں یہ جنت کا وارث ہوگا:

﴿قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُونَ، الَّذِينَ هُمۡ فِي صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُونَ، وَالَّذِينَ هُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُونَ، وَالَّذِينَ هُمۡ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ، وَالَّذِينَ هُمۡ لِفُرُوجِهِمۡ حَافِظُونَ، إِلَّا عَلَىٰ أَزۡوَاجِهِمۡ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَانُهُمۡ فَإِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُومِينَ. فَمَنِ ابۡتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الۡعَادُونَ، وَالَّذِينَ هُمۡ لِأَمَانَاتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رَاعُونَ، وَالَّذِينَ هُمۡ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمۡ يُحَافِظُونَ، أُولَٰئِكَ هُمُ الۡوَارِثُونَ، الَّذِينَ يَرِثُونَ الۡفِرۡدَوۡسَ هُمۡ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (المؤمنون:۱-۱۱)

یقیناً کامیاب ہوگئے وہ مؤمنین جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں، اور جو لغو چیزوں سے اعراض کرنے والے ہیں، اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی

بیویوں کے ساتھ یا اپنی باندیوں کے ساتھ اس لئے کہ ایسے لوگ قابلِ
ملامت نہیں ہیں، پھر جو اس کے علاوہ تلاش کرے گا تو وہی لوگ زیادتی
کرنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی دیکھ بھال کرنے
والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، یہی لوگ وارث
ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہمارے بزرگوں کی امتیازی شان

تزکیہ کی برکت سے دل میں ساری خوبیاں آجاتی ہیں، وہ اخلاقِ حمیدہ اور فضائل سے آراستہ ہو کر حسین ہو جاتا ہے، اور جب دل حسین ہوگا تو جسم سے صادر ہونے والے اعمال بھی حسین ہوں گے اس لئے کہ جسم کے سارے اعضاء دل کے تابع ہوتے ہیں، اب یہ شخص حسین سوچ والا بھی ہوگا اور حسین عمل والا بھی، ہمارے بزرگانِ دین، اکابرِ علماء دیوبند جن کی برکت سے ہمیں بہت کچھ ملا ہے؛ دین ملا، عزت ملی، علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ ملے، احادیث کا ذخیرہ ملا، جن کی برکت سے ہماری زندگیوں میں دین نظر آتا ہے، یہ خانقاہیں، یہ مدارس، یہ دعوت و تبلیغ، سب کچھ ان حضرات کی برکت ہی سے تو ہے، ہمارے ان بزرگوں کی جو امتیازی شان ہے وہ یہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے تزکیہ کو مقصود بنا کر اپنے دل کا تزکیہ کیا۔

موطا امام مالک رحمہ اللہ کی مقبولیت کا راز

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہمارے دور تک جتنی بھی بڑی بڑی شخصیتیں گزری ہیں وہ بڑی اسی لئے ہوئیں کہ انہوں نے تزکیہ کا اہتمام کیا، دنیا میں انہی لوگوں کا نام روشن ہوا جنہوں نے تزکیہ کا اہتمام کیا، امام مالک رحمہ اللہ نے جب موطا کی تصنیف کا کام

شروع کیا تو کسی نے کہا کہ جو کام آپ کر رہے ہیں وہ اور علماء بھی کر رہے ہیں۔ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت اچھا ہے، دین کا کام ہے، میں بھی موطا تیار کر رہا ہوں اور دوسرے علماء بھی کر رہے ہیں، دین کی خدمت ہو رہی ہے، مگر ایک بات غور سے سنو اور یاد رکھو کہ اسی کا کام مقبول ہوگا اور باقی رہے گا جس کے قلب میں اخلاص ہوگا اور جس کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگا۔[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے تزکیہ کا اہتمام کر کے اپنے دل کو اخلاص وغیرہ فضائل سے آراستہ کیا ہوگا، اس کا کام دنیا میں باقی رہے گا، اور کام باقی رہے گا تو نام بھی باقی رہے گا، اخلاص سے کام میں برکت بھی بہت ہوتی ہے اور کام کو مقبولیت بھی خوب نصیب ہوتی ہے، اور یہ اخلاص آتا ہے تزکیہ سے، اس لئے تزکیہ کی محنت سے دل کو آراستہ کرنا ہے اور دل کو حسین بنانا ہے، اور جب یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے تو پھر ایسے عجیب و غریب اعمال صادر ہوتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ دیوبند میں بارش نہیں ہوئی، صلوٰۃ الاستسقاء کا فیصلہ ہوا، اس وقت تقسیم ہند کے بارے میں ہمارے بزرگوں میں ایک شدید اختلاف چل رہا تھا، کچھ لوگ کانگریس (congress) کے حامی تھے، کچھ لوگ مسلم لیگ (Muslim league) کے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ ہر ایک نے اس جماعت کی حمایت کی جس کے بارے میں وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کانگریس کی حمایت میں تھے کہ

---

[1] التمہید: ۲۴۲/۳، ۱۶۳

ہندوستان تقسیم نہیں ہونا چاہئے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تقسیم اور پاکستان بننے کے حامی تھے، دونوں بڑے تھے، دونوں مخلص تھے، دونوں متّقی مجلّٰی مصفّٰی تھے، دونوں رجالِ آخرت میں سے تھے، دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے اعلیٰ درجے کا احترام تھا، یہ اختلاف کے دوران بھی رہا اور بعد میں بھی، حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت میں تھے، اسی طرح حضرت میاں جی سید اصغر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا۔

ہمارے اکابر کا اخلاص

جب صلاۃ الاستسقاء کے لئے نکلے تو سب ہی کو معلوم تھا کہ نماز حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں گے اس لئے کہ وہ سب میں بڑے اور محترم تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے موافقت رکھنے والے جتنے بڑے حضرات دیوبند میں تھے وہ بھی سب صلاۃ الاستسقاء کے لئے آئے یہ جانتے ہوئے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھائیں گے، یہ ان کے اخلاص کی بات تھی اور دل کی صفائی کی بات تھی، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کرائی اور سب نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھی، کسی کو تکلیف محسوس نہیں ہوئی، آج ہمارا حال اس کے برعکس ہے، بدقسمتی سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے، اور ہمارے آپس کے اختلاف اور انتشار کی وجہ سے اُمّت کتنے حصوں میں بٹ کر بکھر جاتی ہے اس کا ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی مگر بارش نہیں ہوئی، دوسرے دن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر نماز پڑھائی مگر بارش نہیں ہوئی، تیسرے دن پھر سب جمع ہوئے، حضرت مدنی

رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حضرت، اگر اجازت ہو تو آج میں نماز پڑھا دوں۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا، میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو کبھی فرض نمازوں میں بھی امامت نہیں فرماتے تھے، اور آج خود کہہ رہے ہیں کہ حضرت، آج میں نماز پڑھا دوں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ خوشی سے پیچھے ہٹ گئے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آگے کر دیا، میاں صاحب بھی بڑے بزرگ تھے، صاحبِ کشف و کرامات تھے، انہوں نے نماز پڑھائی مگر آج بھی بارش نہیں ہوئی۔

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت گہرا تعلق تھا، آپ کو یہ جستجو ہوئی کہ میاں صاحب نے آج ایسا کیوں کیا؟ ضرور کوئی راز ہے جو معلوم کرنا چاہئے، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت، قصہ کیا ہے؟ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بات ٹال دی۔

ہمارے اکابر چھپتے تھے اور ہم چھپتے ہیں

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر اپنے نوجوان علماء و دوستوں کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اکابر کرتے بہت کچھ تھے مگر چھپتے تھے اور ہم لوگ کرتے کچھ نہیں پھر بھی چھپتے ہیں، چھوٹے چھوٹے کاموں کو بڑھا چڑھا کر whatsapp پر نشر کرتے ہیں، ہم خود ہی اپنی تصویر کھینچ کر یا اپنی شہرت بڑھانے والی کوئی چیز facebook یا twitter کے ذریعے پوری دنیا میں بھیجتے ہیں، وہ حضرات بہت کچھ کرتے تھے مگر چھپتے تھے، ہم کرتے کچھ نہیں مگر چھپتے ہیں، میرے بھائیو! ہمارے ان بزرگوں کے حالات پر اگر ہم غور

کرکے انہیں اپنے لئے اسوۂ حسنہ بنائیں گے تو اصلاح میں ان شاء اللہ دیر نہیں لگے گی اور اس کے بعد کامیابی ہمارے قدموں کو چومے گی۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت گہرا تعلق تھا مگر ان کو بھی نہیں بتایا، لیکن مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا تب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجبور ہوکر فرمایا کہ مجھے کشف کے ذریعے معلوم ہوگیا تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھائیں، میں نماز پڑھاؤں یا اور کوئی نماز پڑھائے، بارش ہونے والی نہیں ہے، میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دو دن نماز پڑھائی مگر بارش نہیں ہوئی، تیسرے دن بھی اگر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی اور بارش نہ ہوئی تو مخالفین کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ چونکہ انہوں نے نماز پڑھائی اس لئے بارش نہیں ہوئی، اس لئے میں نے سوچا کہ میں بھی نماز پڑھا دوں۔[1]

جس سے اختلاف ہے اس کے بارے میں بھی کیسی خیر خواہی؟ اللہ اکبر! چونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تزکیہ ہو چکا تھا اس لئے سوچ عمدہ اور حسین تھی، آپ نے سوچا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ عالم ہیں اس لئے ان کی عزت کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح عام مسلمانوں کی خیر خواہی بھی پیشِ نظر رہی ہوگی کہ ان کے خلاف کسی کی زبان سے کوئی ادنیٰ سی بے ادبی کا جملہ بھی نکل گیا تو اس کا دین خطرے میں پڑ جائے گا، یہ تزکیہ کی برکت ہے کہ اندر کی سوچ اتنی حسین اور اعلیٰ ہو جاتی ہے کہ اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والا عمل بھی بہت حسین اور اعلیٰ ہوتا ہے۔

---

[1] اصلاحی مجالس: ۷/ ۲۸۰، اصلاحی تقریریں: ۲/ ۸۰

ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کا بے مثال ایثار

ایک اور واقعہ دیکھیں! دو بڑے بزرگ گزرے ہیں، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ، حجاج بن یوسف کا دور تھا، وہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی بات پر ناراض ہو گیا اور اس نے گرفتاری کا وارنٹ (warrant) جاری کر دیا، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کرتے کرتے پولیس (police) ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئی اور انہیں ابراہیم نخعی سمجھ کر گرفتار کر لیا اور جیل میں بند کر دیا، جیل کی حالت بہت خراب تھی، چند دنوں کے بعد جب ان کی والدہ انہیں دیکھنے گئیں تو اپنے بیٹے کو نہ پہچان سکیں، ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انہیں غلطی سے گرفتار کر لیا گیا ہے، مگر اس کے باوجود نہیں بتلا رہے تھے کہ میں ابراہیم نخعی نہیں ہوں۔

اللہ اکبر! تزکیہ ہو جانے کے بعد اندر کی سوچ کتنی بدل جاتی ہے، اور جب اندر کی سوچ بدل جاتی ہے تو کیسے بڑے بڑے کارنامے وجود میں آتے ہیں کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آج ہم دار العلوم آزادول (Azaadville) کی مسجد میں علماء کے مجمع میں ان کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اپنے لئے انہیں اُسوۂ حسنہ قرار دے کر ان سے روشنی پا رہے ہیں، جن کا تزکیہ ہو جاتا ہے وہ مرتے نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے کارنامے ہمیشہ زندہ جاوید رہتے ہیں، اور جو لوگ اپنے نفس کو نہیں مٹا پاتے وہ خود بھی مٹ جاتے ہیں اور ان کا تذکرہ بھی مٹ جاتا ہے۔

ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ جیل میں پڑے رہے اور ظلم و تشدد برداشت کرتے رہے یہاں تک

کہ جیل ہی میں انتقال ہو گیا۔[1] بات کیا تھی؟ حقیقت کو کیوں چھپا رہے تھے؟ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ایک اونچے درجے کے عالم اور امامِ وقت تھے، اُمّت کو ان سے بہت نفع پہنچ رہا تھا، ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا ہوگا کہ اگر میں بتاتا ہوں کہ میں ابراہیم تیمی ہوں تو ابراہیم نخعی کو گرفتار کر لیا جائے گا اور اُمّت ایک بڑے عالم کے فیض سے محروم ہو جائے گی، میرے بھائیو! اگر ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ یہ قربانی نہ دیتے تو شاید ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے اُمّت محروم رہتی۔

یہ تزکیہ کا نتیجہ ہے کہ اندر کی سوچ بدل جاتی ہے، دل کی دنیا بدل جاتی ہے، لینے کے بجائے دینے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، انتقام کے بجائے معاف کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اپنوں پرایوں کا فرق ختم ہو جاتا ہے اور ہر ایک کی فلاح پیشِ نظر رہتی ہے، ہمارے اکابر اور اسلاف کے ایسے سینکڑوں واقعات ہیں، یہ سب تزکیہ کا نتیجہ ہے۔

عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز

دل حسین ہو جاتا ہے، باطن حسین ہو جاتا ہے تو ظاہر بھی حسین ہو جاتا ہے، اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال حسین ہو جاتے ہیں، کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا عالم یہ تھا کہ چالیس (۴۰) سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی۔[2] منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ نے بیس (۲۰) سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھی۔[3] حضرت ہشیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیس (۲۰) سال تک عشاء کے وضوء سے فجر کی

---

[1] الطبقات الکبری: ۲۹۱/۶

[2] سیر أعلام النبلاء: ۳۹۹/۶

[3] صفة الصفوة: ۲/۷

نماز پڑھی۔[۱]

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یومیہ دو سو (۲۰۰) رکعات نوافل کا معمول

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ تھے، فقہاء کے سرخیل تھے، فقہ کا کام، مسائل کے استنباط کا کام، پڑھنے پڑھانے کا کام، ماتحتوں کی نگرانی، اتنی ساری مصروفیات کے باوجود دل حسین تھا تو عمل بھی حسین تھا، تلاوت، ذکر و اذکار اور دیگر معمولات پتا نہیں کتنے ہوں گے؟ صرف نوافل کا معمول دیکھیں؛ یومیہ بلا ناغہ دو سو (۲۰۰) رکعات پڑھتے تھے۔[۲]

یومیہ تین سو (۳۰۰) اور پانچ سو (۵۰۰) رکعات نوافل کا معمول

ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ ہر رات بلا ناغہ تین سو (۳۰۰) رکعات نفل نماز پڑھتے تھے۔[۳] مرہ الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے بڑھاپے میں پوچھا کہ نوافل کا کیا معمول ہے؟ فرمایا کہ پہلے جو معمول تھا اب اس کا آدھا ہو گیا ہے، یومیہ ڈھائی سو (۲۵۰) رکعات۔[۴] اللہ اکبر! بڑھاپے میں ڈھائی سو (۲۵۰) رکعات کا معمول! اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑھاپے سے پہلے پانچ سو (۵۰۰) رکعات کا معمول تھا۔

پچاس (۵۰) اور ستر (۷۰) سال تک تکبیرِ اُولیٰ کا اہتمام

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ تکبیرِ اُولیٰ کا اتنا اہتمام فرماتے تھے کہ پچاس (۵۰) سال

---

[۱] سیر أعلام النبلاء: ۲۹۰/۸

[۲] سیر أعلام النبلاء: ۵۳۷/۸

[۳] صفة الصفوة: ۱۵۳/۲

[۴] حلیة الأولیاء: ۱۶۲/۴

تک تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔[1] آپ پر تیس (۳۰) سال اور ایک دوسری روایت کے مطابق چالیس (۴۰) سال ایسے گزرے کہ مسجد میں پانچوں وقت کی نمازوں میں اپنے وقت میں پہنچ کر ابھی اذان نہیں ہوئی تھی۔[2] حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ستر (۷۰) سال تک تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی۔[3]

اونٹ پر سواری کی حالت میں راستے میں دو قرآن کا ختم

حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ حج کے لئے تشریف لے گئے، سفر کے دوران بسا اوقات اونٹ پر سواری کی حالت میں ایک ہی رات میں دو قرآن ختم فرماتے تھے۔[4]

یہ باتیں مستبعد نہیں ہیں، خیر کا دور تھا، وقت میں برکت تھی، پھر یہ کہ جو معمولات اور اعمالِ صالحہ کی پابندی کرتا ہے اس کی زندگی بھی برکات سے معمور ہو جاتی ہے، اس لئے شروع شروع میں جن معمولات کو پورا کرنے میں ایک گھنٹہ لگتا ہے، وہی سارے معمولات بعد میں اس سے کم وقت میں پورے ہو جاتے ہیں۔

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ نمازِ تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو قیام اتنا طویل ہوتا تھا کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا، ان کی بیوی ان کے پیچھے بیٹھی رہتی تھی

---

[1] تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام: ۱۱۰۳/۳

[2] تهذیب التهذیب: ۴۵/۲، سیر أعلام النبلاء: ۲۲۶/۳

[3] تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام: ۸۸۸/۳

[4] التمهید: ۱۵۸/۲۰

اور ان کی حالت دیکھ کر روتی تھی۔[۱] ان کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حج کے لئے گئے تو گھر سے نکلنے سے لے کر واپس آنے تک کمر کو زمین پر نہیں لگایا:

فَلَمْ يَنَمْ إِلَّا سَاجِدًا عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى رَجَعَ[۲]

آپ گھر لوٹنے تک صرف سجدے کی حالت میں سوئے۔

نیند کے لئے سجدے کی حالت بنا لیتے اور کچھ دیر سو لیتے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر دعا میں مشغول ہو جاتے تھے اور گڑ گڑاتے رہتے تھے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ ہوتا تھا اور آنکھ لگ جاتی تھی، جب بیدار ہوتے تھے تو پھر ہاتھ اُٹھا لیتے تھے اور گڑ گڑا کر اللہ سے سوال کرتے تھے، یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا تھا۔[۳] دوستو! دل کی حالت جب حسین ہو جاتی ہے تو کیسے کیسے اعمال وجود میں آتے ہیں؟

محمد بن سَماعہ القاضی رحمۃ اللہ علیہ کا تکبیرِ اُولیٰ کا تیس (۳۰) سال تک اہتمام

ایک بڑے فقیہ بزرگ گزرے ہیں محمد بن سَماعہ القاضی رحمۃ اللہ علیہ، وہ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر تیس (۳۰) سال ایسے گزرے کہ میری تکبیرِ اُولیٰ فوت نہیں ہوئی سوائے اس دن جس دن میری والدہ کا انتقال ہو گیا، اس دن میری ایک وقت کی نماز جماعت ہی سے چھوٹ گئی۔ لیکن دل چونکہ حسین تھا اس لئے سوچ بھی اعلیٰ تھی، انہوں نے فوراً یہ احساس کر لیا

---

[۱] صفة الصلوة: ۱۵/۲

[۲] صفة الصلوة: ۱۵/۲

[۳] سير أعلام النبلاء: ۱۳۷/۵

کہ میری نماز باجماعت چھوٹ گئی ہے اس لئے ثواب ایک ہی نماز کا ملا ہے، اگر جماعت کے ساتھ پڑھتا تو ثواب پچیس (۲۵) گنا ہو جاتا، اور سوچ جب حسین ہوتی ہے تو عمل بھی حسین ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

فَقُمْتُ فَصَلَّيْتُ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ صَلٰوةً

میں کھڑا ہو گیا اور میں نے پچیس (۲۵) نمازیں پڑھیں۔

ایک فرض کی نیت سے اور باقی چوبیس (۲۴) نفل کی نیت سے، چاہت یہ تھی کہ کسی طرح یہ نماز بھی جماعت والی نماز کے برابر پچیس (۲۵) گنا ہو جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں کمی نہ آئے اور قیامت کے دن بھی نقصان نہ ہو، آگے فرماتے ہیں کہ جب میں سویا تو خواب میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

يَا مُحَمَّدُ! قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ صَلٰوةً، وَلٰكِنْ كَيْفَ لَكَ بِتَامِيْنِ الْمَلَائِكَةِ؟

اے محمد! تم نے جماعت سے فوت شدہ نماز کی جگہ پچیس (۲۵) نمازیں پڑھیں، لیکن تمہیں فرشتوں کی آمین کیسے ملے گی؟[1]

اشارہ اس حدیث کی طرف تھا جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ امام کی آمین کے ساتھ مقتدی آمین کہے اور مقتدی کی وہ آمین فرشتوں کی آمین کی موافقت کرلے تو:

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ[2]

اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

---

[1] المنتظم: ۱۱/۱۹۷، ۱۹۸

[2] صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب فضل التأمين، ح(۷۸۰)

تنبیہ کی گئی کہ گنتی کے اعتبار سے تو تم نے نماز کو پچیس (۲۵) گنا کر دیا، لیکن یہ فضیلت تو ہاتھ سے چلی ہی گئی اس لئے کہ جماعت فوت ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ آمین کی موافقت کا موقع ہاتھ سے چلا گیا۔

حضرت ابو عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ کا حیرت انگیز عمل

حضرت ابو عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے، کسی نے گھر کی کھڑکی سے راکھ پھینکی، اتفاق سے حضرت اسی وقت وہاں سے گزر رہے تھے اور وہ راکھ حضرت کے اوپر گری، آپ سجدے میں گر گئے اور شکر بجالائے، آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے راکھ پھینکنے والے کو تنبیہ نہیں کی؟ جواب میں فرمایا کہ ابو عثمان تو اس قابل تھا کہ اس کے اوپر انگارے برسائے جاتے، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ صرف راکھ گری، ایسے شخص کے لئے غصہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

حضرت ابو عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ کا علم پر فوراً عمل

انہی ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے ابو عمر محمد بن ابی جعفر النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے اس مسجد میں گیا جہاں حضرت ابو عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ امام تھے، جب وہ نماز پڑھانے آئے تو آپ کے بدن پر لنگی اور چادر تھی جیسے حالتِ احرام میں پہنی جاتی ہے، میں نے گھر جا کر اپنے والد محدث کبیر ابو جعفر النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

يَا أَبَهْ! أَبُوْ عُثْمَانَ قَدْ أَحْرَمَ!

ابا جان، حضرت ابو عثمان نے تو احرام پہن لیا ہے!

---

[1] احیاء علوم الدین: ۵/۲۴۹، ۲۵۰

میرے والد نے فرمایا کہ ایسی بات نہیں ہے، ان کا حج یا عمرے کا ارادہ نہیں ہے، ابو عثمان کی عادت یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کو پڑھتے ہیں تو اس پر فوراً عمل کرتے ہیں، اس وقت وہ میرے پاس حدیثیں پڑھ رہے ہیں اور آج انہوں نے جو حدیثیں پڑھیں ان میں ایک حدیث یہ تھی:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ إِزَارٍ وَرِدَاءٍ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لنگی اور چادر پہن کر نماز پڑھائی۔

اس لئے انہوں نے چاہا کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے اس حدیث پر عمل کرلے، اسی لئے وہ عشاء کی نماز میں لنگی اور چادر پہن کر آئے۔[1]

میرے ساتھیو! یہ واقعہ سن کر ہمارے دلوں میں بھی یہ جذبہ ضرور پیدا ہوا ہوگا کہ ہم بھی اس حدیث پر عمل کریں، اللہ کرے ہمیں بھی اتباع سنت کا ایسا جذبہ نصیب ہو، اصل بات یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا مدار اندر کی سوچ پر ہے، نیت اور سوچ حسین ہے تو عمل بھی حسین ہوگا اور اگر سوچ حسین نہیں تو حسین عمل کا وجود میں آنا بہت مشکل ہے۔

محبوب بننے کا طریقہ

اس قسم کے واقعات ہمیں بہت اچھے لگتے ہیں اور ہمارے قلوب متاثر بھی ہوتے ہیں، ان واقعات کی وجہ سے یہ شخصیتیں بھی ہماری نظروں میں برگزیدہ اور محبوب ہو جاتی ہیں، ہمارے زمانے میں بھی اس طرح کے حسین کارنامے جن حضرات کی زندگیوں میں ہمیں نظر آتے ہیں وہ بھی ہماری نظروں میں برگزیدہ اور محبوب ہو جاتے ہیں، میرے بھائیو!

---

[1] الجامع لأخلاق الراوي، ص: ۹۹

ہمیں اس سے سبق لینے کی ضرورت ہے کہ جن خصوصیتوں، خوبیوں اور خصلتوں کی وجہ سے یہ حضرات عند اللہ اور عند الناس محبوب ہو گئے، اگر ہم بھی ان خصلتوں کو اپنائیں گے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کی نظر میں ان شاء اللہ محبوب ہو جائیں گے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ میں نے اپنی ضرورت پر جب غور کیا تو یہ سمجھ میں آیا کہ قلب کو، باطن کو اور سوچ کو حسین بنانے کی ضرورت ہے، اس کے نتیجے میں ان شاء اللہ ظاہری اعمال بھی حسین ہو جائیں گے، اور جب ایسا ہوگا تو حسین سوچ اور حسین اعمال کی برکت سے اپنی ذمہ داری بھی بہت آسانی کے ساتھ حسین طریقے سے ادا ہو سکے گی۔

ہماری ذمہ داری

ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ ہماری ذمہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ ہے، جو علم ہم تک جس طرح پہنچا ہے ہم اس کو دوسروں تک اسی طرح پہنچا دیں، اور اس جذبے کے ساتھ کہ وہ اس پر عمل کرنے والے بن جائیں، ہماری ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ جو بخاری شریف ہم تک پہنچی ہے اسے ہم آگے پہنچا دیں، نہیں، ہماری ذمہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ ہے، جو علم ہم تک پہنچا ہے اسے ہم اُمّت کے زیادہ سے زیادہ افراد تک اس جذبے کے ساتھ پہنچائیں کہ وہ اس پر عمل کرنے والے بن جائیں، جب یہ جذبہ ہوگا تو تعلیم بھی بہت عمدہ ہوگی اور تربیت بھی، اس جذبے کے بغیر تعلیم میں بھی سستی اور کمزوری رہے گی اور تربیت میں بھی۔

تبلیغ کے مختلف طریقے

تو ہماری ذمہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ ہے، تعلیم و تبلیغ ایک ہی چیز ہے، اس لئے کہ تبلیغ دین پہنچانے کا نام ہے اور اس کی مختلف شکلیں ہیں، ایک شخص جو بخاری شریف پڑھا

رہا ہے، یہ بھی تبلیغ ہے، وہ چالیس (۴۰) طالب علموں تک بخاری شریف پہنچا رہا ہے، خانقاہ میں ایک شیخ بیٹھ کر تین سو، چار سو (۳۰۰، ۴۰۰) مریدوں کو نصیحت کر رہا ہے، یہ بھی تبلیغ ہے، مروّجہ دعوت کا کام بھی تبلیغ ہے، مسجد کا ایک امام وعظ و نصیحت کرتا ہے اور درسِ قرآن اور درسِ حدیث کے ذریعے لوگوں کو دین سمجھاتا ہے، یہ بھی تبلیغ ہے، تو ہماری ذمہ داری تربیت کے ساتھ تعلیم و تبلیغ ہے، تزکیہ کے نتیجے میں اگر سوچ اور نیت حسین ہوگی اور اعمال حسین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ ہمارے کام میں برکت پیدا کریں گے اور ہماری تعلیم و تبلیغ بھی حسین ہوگی اور تربیت بھی حسین ہوگی۔

مغفرت نہ کرنی ہوتی تو عالم نہ بناتا

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ شانہٗ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمیں علم کے ساتھ نسبت عطا فرمائی ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا کہ مغفرت کردی۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ کس عمل کی بنیاد پر؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ ہم نے تمہیں عالم اسی لئے بنایا کہ ہم تمہاری بخشش کرنا چاہتے تھے۔[1] اللہ اکبر! علم کتنی بڑی دولت ہے! اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرتے دم تک علم سے وابستہ رکھیں۔ (آمین)

مرتے دم تک طالب علم

ہمارے اسلاف کی یہی چاہت رہتی تھی کہ مرتے دم تک علم سے وابستہ رہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے بڑھاپے میں دوات، قلم اور کاغذ کے ساتھ دیکھا تو پوچھا کہ اے ابو عبداللہ!

---

[1] بلوغ الأماني، ص: ۴۳

آپ بہت اونچے مرتبے کے امام ہیں، امام المسلمین ہیں، اس کے باوجود دوات، قلم اور کاغذ لے کر پھر رہے ہیں؟ کب تک طالب علم بن کر رہو گے؟

تو آپ نے فرمایا:

مَعَ الْمِحْبَرَةِ اِلَى الْمَقْبَرَةِ[1]

قبر تک طالب علم رہوں گا اور قلم اور دوات دونوں ساتھ رہیں گے۔

طلب علم، حصولِ علم، پھر اس کی تعلیم و تبلیغ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت کی قدر دانی کی توفیق نصیب کریں۔ (آمین)

خشیت: کامیابی کی کنجی

میرے بھائیو! یہ میری اپنی ضرورت ہے اور علم سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کی ضرورت ہے کہ اس کی تعلیم بھی حسین ہو اور اس کی تربیت بھی حسین ہو، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حسین سوچ اور حسین عمل سے آراستہ ہو، اس کا باطن بھی اچھا ہو اور ظاہر بھی اچھا ہو، اور یہ ہوگا تزکیہ سے، جب تزکیہ ہوگا تو سوچ درست ہوگی، باطن اچھا ہوگا، دل اچھی اچھی خصلتوں سے آراستہ ہوگا، خشیت بھی نصیب ہوگی جو کہ کامیابی کی کنجی ہے، بخاری شریف کی آخری حدیث ہے:

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ[2]

---

[1] مناقب الإمام أحمد لابن الجوزي، ص: ۳۱

[2] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى: {وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ} وأنَّ أعمال بني آدم وقولهم يوزن، ح (۷۵۶۳)

دو جملے ایسے ہیں جو رحمٰن تعالیٰ کو محبوب ہیں، جو زبان پر ہلکے ہیں، البتہ (قیامت کے دن) ترازو میں بھاری ہوں گے، وہ جملے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ہیں۔

یہ دو جملے بہت بھاری اس لئے ہیں کہ اس کے ورد سے دل میں خشیت پیدا ہوتی ہے، بعض اربابِ معرفت نے کہا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ میں اللہ تعالیٰ کے جمال کا ذکر ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ میں اللہ تعالیٰ کے جلال کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ کے جلال کے استحضار سے خوف وجود میں آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جمال کے استحضار سے محبت وجود میں آتی ہے، اور خوف مع الحب یا محبت مع الخوف ہی کو خشیت کہتے ہیں۔[1] تو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کے ورد سے خشیت وجود میں آتی ہے، اور خشیت بہت بڑی نعمت ہے۔

رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ[2]

حکمت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے۔

اخلاقِ فاضلہ اور اعمالِ صالحہ کا اصل سرچشمہ یہی خشیت ہے، جب دل میں خشیت ہوگی تو اعمالِ صالحہ کی توفیق ملے گی اور برے اعمال سے دوری نصیب ہوگی، پورا دین زندگی میں ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ، جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

---

[1] ختم بخاری شریف: ص ۱۲

[2] شعب الإيمان، باب في الخوف من الله تعالى، ج(۲۴۵)

الْأَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ

لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ (البینۃ:۷۔۸)

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اعمالِ صالحہ اختیار کیے، وہی لوگ مخلوق میں سے بہترین ہیں، ان کے رب کے یہاں ان کا بدلہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے رہیں گے، اللہ تعالیٰ بھی ان سے راضی ہوگا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے، یہ سب کچھ اس کے لئے ہے جو اپنے رب کی خشیت رکھتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی توفیق خشیت کی برکت سے نصیب ہوتی ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ

الْعُلٰى. جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى﴾ (طٰہٰ:۷۵۔۷۶)

اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ایسا مؤمن بن کر آئے گا جس نے اعمالِ صالحہ بھی کیے ہوں گے تو ان کے لئے بلند درجے ہوں گے، یعنی ہمیشہ رہنے کے ایسے باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے، اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جس نے اپنا تزکیہ کرلیا۔

پہلی جگہ پر ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ اور یہاں ہے وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى، معلوم ہوا کہ خشیت اور تزکیہ لازم ملزوم ہیں، اگر خشیت ہے تو تزکیہ ہو چکا ہے، اور اگر تزکیہ

ہو گیا ہے تو خشیت ضرور ہوگی، اس لئے کہ جب دل کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو وہ جملہ خصائل سے آراستہ ہو جاتا ہے اور خصائل میں سے ایک بہت اہم خصلت خشیت ہے، اور خشیت ہی علم کا مقصودِ اصلی ہے۔

علماء کی پہچان: خشیت

علماء کی تو پہچان ہی خشیت ہے۔

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر:۲۸)

اللہ تعالیٰ کی اس کے بندوں میں سے علم والے ہی خشیت رکھتے ہیں۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَةِ وَلَكِنَّ الْعِلْمَ الْخَشْيَةُ[1]

بہت زیادہ حدیثوں کو روایت کرنے کا نام علم نہیں ہے، علم تو خشیت کا نام ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ طَلَبُ الْعِلْمِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَإِنَّمَا طَلَبُ الْعِلْمِ الْخَشْيَةُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ[2]

صرف حَدَّثَنَا فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ طلبِ علم نہیں ہے، حقیقی طلبِ علم تو وہ ہے جس کے نتیجے میں اللہ کی خشیت دل میں پیدا ہو۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] حلية الأولياء: ۱/۱۳۱

[2] حلية الأولياء: ۶/۳۷۰

اَلْعَالِمُ مَنْ یَّخَافُ اللّٰهَ[1]

عالم وہ شخص ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْفَقِیْهُ مَنْ یَّخَافُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ[2]

فقیہ اس کو کہتے ہیں جو اللہ عزّ وجلّ سے ڈرتا ہو اور جس کے دل میں اللہ عزّ و جلّ کی خشیت ہو۔

امام یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْعَالِمُ مَنْ یَّخْشَى اللّٰهَ[3]

عالم اس کو کہتے ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہو۔

میرے بھائیو! جب دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوگی تو دنیا سے بے رغبتی ہوگی، آخرت کی رغبت بڑھے گی، دین کی بصیرت میں اضافہ ہوگا اور عبادت پر استقامت اور مداومت نصیب ہوگی، اسی وجہ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں کسی نے فقہاء کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا:

وَیْحَكَ! وَهَلْ رَأَیْتَ فَقِیْهًا قَطُّ؟

تم پر افسوس ہو! کیا تم نے کبھی فقیہ دیکھا بھی ہے؟

اس کے بعد فرمایا:

---

[1] حلية الأولياء: ۳۱۱/۳

[2] طبقات الصحابة: ۳۴۹/۲

[3] تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام: ۵۵۶/۵

إِنَّمَا الْفَقِيْهُ الزَّاهِدُ فِيْ الدُّنْيَا، الرَّاغِبُ فِيْ الْآخِرَةِ، الْبَصِيْرُ بِأَمْرِ دِيْنِهٖ، الْمُدَاوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهٖ

فقیہ کہلائے جانے کا مستحق تو وہی شخص ہے جو دنیا سے بے رغبتی کرنے والا ہو، آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ہو، جو اپنے دین کے معاملے میں بصیرت رکھنے والا ہو اور اپنے رب کی عبادت پر مداومت کرنے والا ہو۔[1]

اسی لیے سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ وَالشَّرَّ، إِنَّمَا الْعَالِمُ الَّذِيْ يَعْرِفُ الْخَيْرَ فَيَتَّبِعُهٗ وَيَعْرِفُ الشَّرَّ فَيَجْتَنِبُهٗ[2]

حقیقی عالم وہ نہیں ہے جو خیر اور شر کی پہچان رکھتا ہو، حقیقی عالم وہ ہے جو خیر کو پہچان کر اس کی اتباع کرتا ہو اور شر کو پہچان کر اس سے دور رہتا ہو۔

حقیقی عالم وہ نہیں ہے جو خیر اور شر میں تمیز کرسکتا ہو کہ یہ خیر ہے، یہ شر ہے، یہ اچھا ہے، یہ برا ہے، یہ جائز ہے، یہ ناجائز ہے، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، نہیں، عالم کہلائے جانے کے قابل تو وہ شخص ہے جو خیر کو پہچان کر اس کی اتباع کرے اور شر کو پہچان کر اس سے اجتناب کرے، یہ تب ہی ہوگا جب خشیت ہوگی اور خشیت تب ہی آئے گی جب تزکیہ ہوگا۔

تزکیہ کا راستہ

اب سوال یہ ہے کہ تزکیہ کیسے ہوگا؟ آپ سب حضرات اربابِ علم ہیں اور تزکیہ کا راستہ اچھی طرح جانتے ہیں، مگر اس مرکزِ علم و عرفان میں بیٹھ کر اگر حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح: ۲/۲۸۳

[2] تہذیب الکمال: ۳/۴۴۷

اشعار کا تذکرہ نہ ہوا تو مجلس ناقص رہے گی، حضرت فرماتے ہیں:

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب

تزکیہ کے راستے سے اگر نہ گزرتا تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد کیا ہے اس کا پتا بھی نہ چلتا، شیخ کامل کو تلاش کیا، ان کی صحبت ملی، توجہ ملی، رہنمائی ملی، اطلاع اور اتباع کی توفیق نصیب ہوئی تو کچھ تھوڑی بہت سوجھ بوجھ آئی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی طلب کرنے کی چیز ہے، ورنہ پہلے کبھی اس کا خیال بھی نہیں آتا تھا، ایک پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر کے دین دار شخص نے ایک خانقاہ میں کچھ دن گزارنے کے بعد روتے ہوئے مجھ سے کہا کہ پینسٹھ (۶۵) سال ضائع ہوگئے، اب جا کے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی طلب کرنے کی چیز ہے، زندگی میں کبھی کسی نے اس کی طرف متوجہ نہیں کیا، جہنم اور اللہ کے عذاب سے ڈر کر دین پر چلتے رہے، پینسٹھ (۶۰) سال کے بعد پہلی مرتبہ اللہ سے کہا کہ اے اللہ، اپنی محبت عطا فرما!

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یا رب
تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگِ در پہ مرنا

کسی اہلِ دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر
اسے آگیا ہے جینا، اسے آگیا ہے مرنا

اکبرالہٰ آبادی نے کہا تھا:

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علماء کے بارے میں ایک قیمتی ملفوظ

حضرت حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچے کباب کو کوئی پسند نہیں کرتا، اگر کوئی کھالے گا تو فوراً تھوک دے گا، لیکن اگر یہ کباب تھوڑا وقت گرم تیل میں گزار لیں تو تیل میں داخل ہوتے ہی ان کی خوشبو چاروں طرف محسوس ہوگی اور جو بھی کھائے گا وہ دل سے خوش ہوگا، مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء بھی کچے کباب کی طرح ہیں، جب تک یہ تیل میں داخل ہو کر اپنے کو تلواتے نہیں اور اپنی اصلاح نہیں کرواتے وہاں تک وہ محبوب نہیں بنتے، اگر یہ حضرات گرم تیل میں تھوڑا وقت گزار لیں، اپنے کو کسی ماہر اور کامل شیخ کے حوالے کر کے تلوا لیں اور اپنی اصلاح کرالیں تو تیل میں جاتے ہی ان کی خوشبو محسوس ہونے لگے گی اور چاروں طرف سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں گے، ان کی عزت ہوگی اور لوگ ان سے فائدہ اُٹھائیں گے۔[1]

یہ گرم تیل کیا ہے؟ گرم تیل یہی ہے کہ مجاہدہ کر کے، نفس کو مجبور کر کے اپنے آپ کو مٹا کر کسی ماہرِ فن شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی رائے کو فنا کر کے اپنے دل کی اصلاح کرائے، اپنا تزکیہ کرائے، جب دل کی اصلاح ہوگی، قلب کا تزکیہ ہوگا تو باطن حسین ہوگا، سوچ حسین ہوگی، جب سوچ حسین ہوگی تو قول و عمل اچھا ہوگا، اور جب قول و عمل اچھا ہوگا تو تعلیم اور تربیت بھی حسین ہوگی، باطن کا حسن جتنا بڑھتا چلا جائے گا تعلیم و تربیت کے حسن میں بھی اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

آپ سب حضرات تو ماشاء اللہ کوشش کر ہی رہے ہیں، اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

---

[1] باتیں ان کی یاد رہیں گی، ص: ۱۱۴

میرے بھائیو! میں بغیر کسی غرض یا خوشامد کے یہ کہوں گا کہ ماشاءاللہ، اللہ تعالیٰ نے South Africa (جنوبی افریقہ) کو بہت نوازا ہے، یہاں اچھے اچھے علمی مراکز قائم ہوگئے ہیں جہاں ایسے اساتذہ تعلیم میں مشغول ہیں کہ مختلف ملکوں کے علماء اور صلحاء ان کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اور ماشاءاللہ بزرگوں کی آمدورفت کی برکت سے یہاں کے اچھے اچھے علماء نے گرم تیل میں غوطہ بھی لگایا، جس کے نتیجے میں روحانی اطباء وجود میں آئے جن کی خوشبو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے، مدارس کی لائن سے بھی علماء بہت اچھا کام کررہے ہیں، خانقاہ کی لائن سے بھی بہت اچھا کام ہورہا ہے، میری آپ سب حضرات سے گزارش ہے کہ ان مشائخ کی قدر کرلو، عموماً ہوتا یہ ہے کہ گھر کی مرغی دال کے برابر، جب یہ نہیں رہیں گے تب ہمیں افسوس ہوگا، ایسے وقت کے آنے سے پہلے ان سے خوب فائدہ اُٹھالو۔

حضرت (مولانا عبدالحمید صاحب) کی موجودگی میں ان کے بارے میں کوئی بات کہنا مناسب نہیں ہے، مگر میں اپنا خود کا ایک ذاتی احساس عرض کردیتا ہوں؛ جب بھی حضرت پر میری نظر پڑتی ہے تو میرا دل اندر سے کہتا ہے کہ ھُوَ مِنْ رِجَالِ الْآخِرَةِ یہ رجالِ آخرت میں سے ہیں، مجھے حضرت سے کوئی دنیوی غرض نہیں ہے، حضرت سے میری رشتہ داری ہے، آپ میرے cousin (رشتہ دار) ہوتے ہیں، ٹیلی فون، خط وکتابت وغیرہ سے رابطہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے، مگر قلبی ربط جانبین سے ہے، میرے دل میں حضرت کے لئے محبت اور احترام ہے اور حضرت کے دل میں بھی میرے لئے شفقت اور محبت ہے، میں حضرت کو میرے ان بزرگوں میں سے سمجھتا ہوں جن کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے کاموں میں فضل فرماتے ہیں، حضرت اور حضرت جیسے اور بھی بہت سارے اربابِ علم وفضل

ہیں، اربابِ نسبت ہیں، ان کی طرف آپ حضرات رجوع کریں اور اپنی اصلاح کرائیں، حضراتِ علماء میں سے اکثر بیعت تو ہو چکے ہوتے ہیں، بس اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے، خوب کوشش ہو کہ دل اچھا ہو جائے، اس لئے کہ دل اچھا ہوگا تو اعمال اچھے ہوں گے، پھر دیکھو کہ تعلیم، تبلیغ اور تربیت کے کام میں کیسی برکت ہوتی ہے۔

صاحبِ نسبت ہونے کی دلیل

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت، یہ کیسے پتا چلتا ہے کہ ایک شخص کو استقامت حاصل ہو گئی ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب یہ کیفیت ہو جائے کہ جب تک ذکر پورا نہ کر لے بے قراری رہے اور سکون اور سرور تب ملے جب ذکر پورا ہو جائے، جب اس درجے پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا تمام وجود ہی تبلیغ ہو جاتا ہے، اور اس حالت سے پہلے اس نے جو کچھ کیا ہوتا ہے وہ اس کا مجاہدہ ہوتا ہے۔[1]

جب کوئی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے معمولات اور ذکر کی پابندی کے ساتھ مجاہدہ یعنی نفس کی مخالفت کے ذریعے اپنی اصلاح کراتا ہے تو اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ مقامِ احسان پر پہنچ جاتا ہے، اب اسے ذکر کے بغیر سکون نہیں ملتا، یہ اب صاحبِ نسبت ہو گیا، اللہ والا ہو گیا، اب اللہ تعالیٰ اس سے جو کام لینا منظور ہوتا ہے لے لیتا ہے، اس کو مثال سے سمجھیں! اگر مجھے اس وقت پانی کی ضرورت ہو تو میں اُس سے کہوں گا جس کو میں اپنا سمجھتا ہوں، جو میری نظر میں پرایا ہوگا اس کو نہیں کہوں گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنا کام اپنوں سے لیتے ہیں، اسی لئے حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ بندہ جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کام کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں جو اس سے لینا ہوتا ہے، چاہے وہ

---

[1] ماہنامہ علیمیہ، رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ، ص:۱۰

تبلیغ ہو یا تدریس ہو یا تصنیف ہو یا تزکیہ ہو۔[1]

دعا

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو قبول فرمائیں اور توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی رضا کی خاطر جنوبی افریقہ میں، انگلینڈ میں اور حرمین شریفین میں بار بار ملاقات کی سعادت نصیب فرمائیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی اپنے عرش کے سایے کے نیچے ہماری ملاقات کرائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں جنت الفردوس میں بھی انبیاء، صدیقین، شہداء، صلحاء اور اولیاء کے ساتھ اِکٹھا رکھیں اور جنت کے دسترخوان پر جمع فرمائیں۔ (آمین)

میں آپ سب حضرات کا، بالخصوص حضرت کا بہت زیادہ مشکور و ممنون ہوں کہ میرے جیسے حقیر شخص کو حیثیت دی اور بہت اہمیت دی، آپ سب حضرات سے میری درخواست ہے کہ میرے لئے دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان پر رکھیں اور حسنِ خاتمہ نصیب کریں۔ (آمین)

ہر دم اللہ اللہ کر
نور سے اپنا سینہ بھر
جئے تو اس کا ہو کر جی
مرے تو اس کا ہو کر مر

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

[1] ماہنامہ ملتیہ، رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ، ص: ۱۰

معلمین ومدرّسین کے لئے قیمتی نصائح

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

جامعہ ریاض العلوم (اسلامک دعوہ اکیڈمی، برطانیہ) کے دو فاضل، مولوی نور محمد ڈایا سلمہ اور مولوی عمران کسک سلمہ کو جب الفلاح اکیڈمی (لوساکا، زامبیا) میں عربی درجات پڑھانے کی ذمہ داری دی گئی تو انہوں نے حضرت دامت برکاتہم کو اطلاع دے کر دعا اور نصیحت کی درخواست کی، جواب میں ان کو قیمتی نصیحتوں پر مشتمل یہ text بھیجا گیا:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ

بہت خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ مرتے دم تک اخلاص کے ساتھ اسی میں لگائے رکھے۔

(۱) خوب مطالعہ کرکے اچھی طرح تیاری کیجئے۔

(۲) حاضری کا خوب اہتمام کیجئے۔

(۳) وقت پر جسم، دل اور دماغ کے ساتھ حاضر رہا کیجئے۔

(۴) درس گاہ میں مفوضہ کام کے علاوہ دوسرے کسی کام کا سوچیں بھی نہیں۔

(۵) خوب محنت سے پڑھائیں۔

(۶) جو بات سمجھ میں نہ آئے، کسی کو پوچھنے میں شرم محسوس نہ کیجئے۔

(۷) طلبہ کا سبق دھیان سے اور شوق سے سنیں۔

(۸) طلبہ کو اپنی آخرت کی کھیتی اور investment سمجھیں اور اپنی اولاد کی طرح ان کی تعلیم اور تربیت کی فکر کیجئے۔

(۹) ادارے کو اپنا سمجھئے اور اس کے اصول، ضوابط اور policies کا احترام کیجئے۔

(۱۰) علم کی محنت کے ساتھ اپنی زندگی کو عمل والی بنانے کی بھی خوب فکر کیجئے۔

(۱۱) ہر وقت اخلاص پر نظر رہے اور جو کچھ کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو۔

(۱۲) مذکورہ امور کے ساتھ اپنے نااہل اور غیر مستحق ہونے کے احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوب شکر کرتے رہیں اور اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر عاجزی کے ساتھ مدد اور توفیق کا سوال کرتے رہیں۔

بندہ بھی دعاؤں کا بہت محتاج ہے۔

والسلام

آپ کا محمد سلیم

مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں

حضرت مولانا محمّد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

.... تفصیلات ....

وعظ کا نام	:	مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ، مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء
مقامِ وعظ	:	الفلاح اکیڈمی، لُوساکا، زامبیا

مدرّسین کے لئے مختصر مگر کام کی باتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

تزکیہ اور اصلاحِ نفس کی فکر

جو حضرات مدارس میں خدمت انجام دے رہے ہیں، ان کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ طلبہ کو عمدہ اور پختہ تعلیم دے کر ان کی اچھی تربیت کر کے ایسے رجال تیار کریں جو اُمت کو سنبھال سکے اور اس کی صحیح رہنمائی کر سکے۔

اچھی تعلیم اور اچھی تربیت کے لئے معلّم اور مربّی میں دو چیزیں بہت ضروری ہیں: ایک یہ کہ باطن اعلیٰ درجے کا ہو اور دوسری یہ کہ علمی استعداد ٹھوس اور پختہ ہو، ہمارے باطن کی جتنی ترقّی ہوگی اور ہماری علمی استعداد جتنی پختہ اور ٹھوس ہوگی، ہماری تعلیم اور تربیت اتنی ہی پختہ اور بہتر ہوگی۔

جب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم طلبہ کو عمدہ تعلیم اور اچھی تربیت دے کر اُمت کو سنبھالنے والے افراد تیار کریں، تو بہت ضروری ہے کہ ہم ان دونوں اسباب کی طرف پوری توجہ کریں جو اس مقصد میں کامیابی کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہیں، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی خود کی اصلاح کی طرف توجہ کریں، اپنے تزکیہ کی فکر کریں، اس سلسلے میں بار بار اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے، معمولات کی بہت زیادہ پابندی ہونی چاہئے، اور مجاہدہ یعنی مخالفتِ نفس کا اہتمام کر کے اعمالِ صالحہ کو بجالانا چاہئے۔ اگر ہماری اپنی اصلاح ہی نہیں ہوگی تو ہم سے کسی اور کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول ہے:

الْأَعْمَالُ السَّيِّئَةُ دَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ دَوَاءٌ، فَإِذَا فَسَدَ الْعُلَمَاءُ فَمَنْ

يَشْفِيْ الدَّاءِ لَه

بُرے اعمال بیماریاں ہیں اور علماء ان کے لئے دوا، علماء ہی اگر بگڑ جائیں یعنی
دوا ہی اگر خراب ہو جائے تو بیماری کا ازالہ کیسے ہوگا؟

اس لئے پہلی بات یہ ہے کہ ہم اصلاح اور تزکیہ کی فکر کریں تا کہ ہم روحانی اعتبار سے تندرست ہو جائیں اور ہمارے پاس بیٹھنے والا ہر شخص فائدہ محسوس کرے۔

علمی استعداد کو خوب مضبوط کریں اور درس کے لئے اچھی طرح تیاری کریں

دوسری بات یہ ہے کہ ہم اپنی علمی استعداد کو خوب مضبوط کریں، جو اسباق ہمارے سپرد کئے گئے ہیں ان کے لئے خوب تیاری کریں، صرف کتاب کو نہیں، بلکہ فن کو سمجھیں، کتاب کو غور سے دیکھیں، پہلا مرحلہ ہوتا ہے کتاب کو سمجھنا، ہر جملے کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں، اس کے لئے حلِ لغات، حلِ عبارت ضروری ہے، مابین السطور، حاشیہ اور شروحات کا اچھی طرح مطالعہ ہو، اس فن سے رکھنے والی دوسری کتابوں پر بھی نظر ہو، جب کتاب حل ہو جائے اور سمجھ میں آ جائے تو اب دوسرا مرحلہ ہے سمجھانا۔

اب یہ سوچنا ہے کہ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ طلبہ کے سامنے کس طرح پیش کروں؟ اس عبارت کے لئے مابین السطور یہ لکھا ہے، حاشیہ میں یہ لکھا ہے، فلاں شرح میں یہ لکھا ہے اور فلاں شرح میں یہ، ان سب چیزوں کو طلبہ کے سامنے کس ترتیب سے بیان کروں؟ اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے کون سی مثال مناسب ہوگی؟ یہ جگہ مشکل ہے، یہ جگہ آسان ہے، یہ مضمون مختصر ہے، یہ طویل ہے، خوب اچھی طرح سمجھ کر تیاری کر کے درس گاہ میں جانا چاہئے، درس گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ہر مدرّس کو چاہئے کہ وہ اپنے ضمیر سے پوچھے کہ آج کے سبق کے لئے جتنی تیاری

---

[1] حلية الأولياء: ۹/۳۶۱

کرنی چاہئے تھی، کر کے آیا ہوں یا نہیں؟ اسی طرح سبق سے فارغ ہو کر درس گاہ سے نکلنے کے بعد بھی سوال کرے کہ کیا اس سبق کو پڑھانے کے لئے جتنی ability (صلاحیت) اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے اس کو میں نے کما حقہٗ استعمال کیا یا نہیں؟ بہر حال خوب محنت ہو، اچھی طرح مطالعہ ہو اور اچھی طرح پڑھاتا ہو۔

وقت کی پابندی اور اس کا صحیح استعمال

پھر وقت پر آنا چاہئے اور وقت پر جانا چاہئے، بلکہ وقت سے پہلے آنا چاہئے اور وقت کے بعد جانا چاہئے، ہم جسم، دل اور دماغ کے ساتھ سبق میں حاضر رہیں اور پورا وقت طلبہ پر خرچ کریں، کلاس کے دوران موبائل کا استعمال بالکل نہ ہو، اسے ہم silent (خاموش) پر رکھیں، بلکہ off (بند) ہی کر دیں، اس طرح سب متعلقین کو پتا چل جائے گا کہ پڑھانے کے اوقات میں یہ فون اٹھاتے ہیں نہ message (ایس ایم ایس) دیکھتے ہیں، اگر اس وقت کوئی emergency (شدید ضرورت) ہوگی تو وہ دوسرا ذریعہ اختیار کر کے رابطہ کر لیں گے، اگر free period (فارغ گھنٹہ) ہے اور اس میں آپ نے message (ایس ایم ایس) دیکھ لیا تب کوئی حرج نہیں ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس وقت بھی نہ دیکھیں تاکہ ذہن distract (منتشر) نہ ہو، اس فارغ گھنٹے کو آگے والے سبق کی تیاری کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

سبق کے اوقات میں اساتذہ کا آپس میں بات چیت کرنا غلط بات ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے کہ طلبہ درس گاہ میں انتظار کر رہے ہیں اور اساتذہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہیں، وقت کی پابندی ہو اور پوری توجہ اور پورے دھیان کے ساتھ طلبہ پر محنت ہو، امتحان کے زمانے میں بھی یہ خیال نہ آئے کہ طلبہ خود دور کر لیں گے، نہیں، ہمیں ان کا تعاون کرنا چاہئے تاکہ وہ سستی اور غفلت کے شکار نہ ہوں، اگر استاذ طلبہ سے کہے کہ میں روزانہ دو درسنوں گا تو وہ تسویف سے بچیں گے، اگر ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے تو 'کل' 'کل' میں ان کا دور رہ جائے گا اور امتحان کے لئے

تیاری نہیں کرسکیں گے، نتیجہ ان کا علمی نقصان ہوگا، اس صورت میں ہمارا اپنے شاگردوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ نہیں ہوگا۔

اصلاح کے لئے اپنے شیخ سے رابطے کا اہتمام

اصلاح کے سلسلے میں اپنے شیخ سے برابر رابطے میں رہنا چاہئے، دو مہینے کا target (ہدف) بنا کر ہر دو مہینے کے احوال سے اپنے شیخ کو بذریعہ ای میل (email) یا خط مطلع کرنا چاہئے، اور اگر اس میں تاخیر ہوئی تو تین مہینے پر تو ایک دن بھی نہیں بڑھنا چاہئے، اس سلسلے کو شروع کرنے کا ہمیں اسی وقت فیصلہ کرکے اس مہینے کے اخیر تک ایک خط بھیج دینا چاہئے، اس کے بعد اعتماد اور انقیاد کے ساتھ یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہئے اور اطلاع کے ساتھ اتباع کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔

معمولات کی پابندی

معمولات اور ذکر کی خوب پابندی ہو، تدبّر کے ساتھ تلاوتِ کلام پاک کا التزام ہو، مسنون دعاؤں کا بھی معانی کے استحضار کے ساتھ اہتمام ہو، مسنون دعائیں جتنی ہوسکیں یاد کرکے پڑھنی چاہئے، اس سے راہِ سلوک میں بھی خوب ترقّی ہوگی۔

نظامُ الاوقات اور اس کی پابندی

تو دو چیزیں بہت اہم ہیں: اصلاح اور تزکیہ کی فکر اور علمی استعداد کو پختہ کرنا، اور ان دونوں میں کامیابی کے لئے timetable (نظامُ الاوقات) ضروری ہے، نظامُ الاوقات مقرر کرکے پابندی کے ساتھ اس کے مطابق چلنا چاہئے، نظامُ الاوقات کے خلاف چلنے میں نقصان ہے، مثال کے طور پر کسی نے یہ نظامُ الاوقات بنایا کہ مجھے شام کا کھانا عشاء کی نماز کے بعد کھانا ہے، اب عشاء کے بعد وہ کسی کے ساتھ باتوں میں لگ گئے، گھر تاخیر سے پہنچیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ کھانے کے بعد جو مطالعہ یا سونے کا نظام ہے اس میں تاخیر ہوگی، اس کے نتیجے میں جلدی اُٹھنے کا جو پروگرام ہے

اس میں بھی خلل واقع ہوگا، تو نظامُ الاوقات بنا کر پابندی کے ساتھ اس کے مطابق چلنا چاہیے، نظامُ الاوقات سے آپ کو اپنے کام میں بہت مدد ملے گی اور اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل ہوگی، نظامُ الاوقات کے بغیر اصلاح اور علمی محنت میں کما حقہٗ کامیابی نہیں ملے گی۔

تقویٰ کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا اہتمام

ہر معلّم کو تقوے والی زندگی اختیار کرنی چاہیے، اپنے نفس کی مخالفت کر کے اللہ کو ناراض کرنے والے ہر کام سے بچنا چاہیے، فرائض و واجبات کا اہتمام ہو اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے اجتناب، اس کے ساتھ سنن و مستحبات اور نوافل کا جتنا ہو سکے اہتمام ہو، یہ مخالفتِ نفس اور مجاہدے کے دو درجے ہیں جنہیں اس حدیثِ قدسی میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَا تَقَرَّبَ اِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ اِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهٗ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهٗ[1]

پہلے جملے میں فرض، واجب، حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ کا ذکر ہے اور دوسرے میں سنن، مستحبات اور نوافل کا، دونوں قسم کے مجاہدوں کو اختیار کرنا چاہیے، ایسا کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، اگر اس مخالفتِ نفس کی کوشش کے باوجود لغزش ہو جائے اور گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہیے، بار بار اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے اس لئے کہ محاسبہ کی برکت سے اپنا قصور نظر آئے گا اور توبہ کی توفیق ملے گی۔

اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا[2]

تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ کو ناراض کرنے والی چیزوں سے بچو، اور (اگر برائی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب التواضع، ح(٦٥٠٢)

[2] سنن الترمذي، باب ما جاء في معاشرة الناس، ح(١٩٨٧)

ہوجائے تو اس) برائی کے پیچھے اچھائی کو لاؤ تاکہ یہ اچھائی اُس برائی کو مٹادے۔

ہر ایک کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا چاہئے

ہر ایک کے ساتھ اخلاق اور تواضع کے ساتھ پیش آنا چاہئے، اگر دل میں کچھ روگ ہے پھر بھی حسنِ اخلاق سے پیش آنا چاہئے، اپنی طبیعت پر بوجھ ڈال کر حسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا دل پر بھی اثر پڑے گا، اس کی صفائی ہوگی اور وہ بھی ساتھ دے گا، حسد اور کبر کی گندگی کو قریب بھی نہیں آنے دینا چاہئے، اور اگر ہے تو ان سے نجات پانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، زبان سے ہمیشہ اچھی باتیں ہونی چاہئے، اچھی باتیں کرنے سے اچھائی پھیلتی ہے جب کہ بری باتیں کرنے سے برائی پھیلتی ہے، مخالفین کے ساتھ بھی ہمیشہ اچھا برتاؤ ہونا چاہئے۔

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ (حم السجدہ:۳۴)

میرا اپنا تجربہ ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق والا برتاؤ کیا، جہاں کہیں ملے اکرام اور احترام سے پیش آیا، ان کے بارے میں غائبانہ بھی اچھے کلمات کہے تو الحمد للہ کامیابی ملی اور جو دوری تھی وہ ختم ہوئی، اور اگر ہمارے حسنِ اخلاق کے باوجود کسی کے رویے میں فرق نہ آئے تو ہمارا کیا نقصان ہے؟ اگر خلوص ہوگا تو ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہی فائدہ ہے، اس مجاہدے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں ترقی سے مالا مال کرے گا۔

ہر ادارے کو تعلیم و تربیت میں مثالی ہونا چاہئے

ہمارا یہ ادارہ تعلیم میں، تربیت میں مثالی ہونا چاہئے، اور اس بات میں بھی مثالی ہونا چاہئے کہ ہم ہر ایک کے ساتھ پیار محبت سے مل جل کر رہتے ہیں، gaps (دوریاں) نہیں ہونی چاہئے، اور

اگر ہیں تو ان کو bridge (ختم) کرنا چاہئے، اپنے آپ کو اس طرح سمجھانا چاہئے کہ دوسرے اداروں سے، دوسری جماعتوں سے اور دوسرے علماء سے اگر gap (دوری) رہی تو دین کا اور اُمّت کا نقصان ہوگا، چلو دین اور اُمّت کو نقصان سے بچانے کے لئے ہی ہم جُھک جاتے ہیں۔

قاعدے قانون سے تربیت نہیں ہوگی

اسی طرح بچوں کی ذہنی تربیت کا بھی خوب اہتمام ہو اس لئے کہ صرف قاعدے قانون بنالینے سے تربیت نہیں ہوگی، طلبہ جب تک ادارے میں رہیں گے عمل کریں گے، ادارے کے باہر سب کچھ چھوڑ دیں گے، تو طلبہ کی بہت اچھی ذہنی تربیت کرنی چاہئے اور ان کے اخلاق اور اعمال کی نگرانی بھی کرنی چاہئے۔

سب کے لئے دعا کا اہتمام

ان سب کوششوں کے ساتھ ان میں کامیابی کے لئے دعاؤں کا بہت اہتمام ہو، اپنے لئے، اپنے طلبہ کے لئے، اساتذہ کے لئے، اربابِ اہتمام کے لئے اور ادارے کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے، اپنے اِس ادارے کے ساتھ اپنی مادرِ علمی کے لئے بھی دعا کا اہتمام ہونا چاہئے اس لئے کہ سیرابی کا جو کام یہاں ہو رہا ہے وہ اُسی سمندر کی برکت ہے، اسی طرح اپنے روحانی اور علمی دونوں سلسلوں کے لئے ایصالِ ثواب اور دعا کا بھی اہتمام ہو، اس کے علاوہ پوری دنیا میں باقی جتنے سلاسل ہیں، جتنے مدارس ہیں، جتنے دینی کام ہیں ان سب کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے، اس لئے کہ وہ بھی ہمارے اپنے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماخذ ومراجع

شمار	کتاب	مصنف/مؤلف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل
۲	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسى الترمذي	دار التأصيل
۳	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية،بيروت
۴	حلية الأولياء	الإمام أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر،بيروت
۵	مرقاة المفاتيح	ملّا علي القاري	دار الكتب العلمية،بيروت
۶	التمهيد	الإمام ابن عبد البر الأندلسي	دار الوعي، القاهرة
۷	تذكرة الحفّاظ	العلّامة الذهبي	دار إحياء التراث العربي،بيروت
۸	تهذيب التهذيب	العلّامة ابن حجر العسقلاني	مؤسسة الرسالة،بيروت
۹	تهذيب الكمال	الحافظ المزّي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۰	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۱	الطبقات الكبرى	ابن سعد	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۲	طبقات الحنابلة	الإمام ابن أبي يعلى الحنبلي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۳	تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام	العلّامة الذهبي	دار الغرب الإسلامي،تونس
۱۴	المنتظم	الإمام ابن الجوزي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۵	صفة الصفوة	الإمام ابن الجوزي	دار الحديث،القاهرة
۱۶	مناقب الإمام أحمد	الإمام ابن الجوزي	دار هجر،مصر
۱۷	بلوغ الأماني	الشيخ محمد زاهد الكوثري	المكتبة الأزهرية للتراث، القاهرة
۱۸	الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع	الخطيب البغدادي	دار ابن الجوزي،الدمام

۱۹	إحياء علوم الدين	الإمام الغزالي	دار المنهاج، جدّة
۲۰	اصلاحی مواعظ	مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب	مکتبہ لدھیانوی، کراچی
۲۱	اصلاحی تقریریں	مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	میمن پبلشرز، کراچی
۲۲	اصلاحی مجالس	مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	میمن پبلشرز، کراچی
۲۳	روح کی بیماریاں اور ان کا علاج	شاہ حکیم محمد اختر صاحب	کتب خانہ مظہری، کراچی
۲۴	باتیں ان کی یاد رہے گی	شاہ حکیم محمد اختر صاحب	کتب خانہ مظہری، کراچی
۲۵	ختمِ بخاری شریف	مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر
۲۶	ماہنامہ ملّیہ	ماہنامہ ملّیہ، فیصل آباد	ماہنامہ ملّیہ، فیصل آباد

دیگر مطبوعات

at-tazkiyah

e-mail: publications@at-tazkiyah.com

www.at-tazkiyah.com